 

24-12-2016

بلاجواز اشتعال

مفتی منیب الرحمٰن

8اگست 2016 کو جناب بلال کاسی صدر بلوچستان بار ایسوسی ایشن کا قتل ہوا، جب ان کی میت کو ہاسپٹل لے گئے، لوگ بڑی تعداد میں جمع ہوگئے، پھر خودکش حملے کے نتیجے میں بھاری جانی نقصان ہوا، جن میں بڑی تعداد وکلا کی تھی۔ بلوچستان ہائی کورٹ بار کی جانب سے سپریم کورٹ کے ایڈوکیٹ جناب حامد خان نے استدعا کی کہ سپریم کورٹ کے فاضل جج کی سربراہی میں سانحہ کوئٹہ کی تحقیقات کے لیے انکوائری کمیشن قائم کیا جائے۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے پیش رفت کی اور 6اکتوبر 2016 کو سانحہ کوئٹہ کی تحقیقات کے لیے جناب جسٹس قاضی فائز عیسیٰ پر مشتمل یک نفری انکوائری کمیشن قائم کیا۔ حکومتِ بلوچستان کی طرف سے ابتدا میں ایڈوکیٹ جنرل نے اس کی مخالفت کی، لیکن بعد میں اپنے موقف پر زور نہیں دیا۔ کمیشن سے کہا گیا کہ وہ 17اکتوبر 2016 سے 30دن کے اندر تحقیقات کر کے اپنی رپورٹ پیش کرے، کمیشن کو ہدایت کی گئی کہ ابتدائی اجلاس کوئٹہ میں منعقد ہوں اور اُس کے بعد کسی بھی مقام پر اجلاس منعقد کیے جاسکتے ہیں۔ یہ بھی ہدایت کی گئی کہ اس سانحے کے حوالے سے قانون نافذ کرنے والے دوسرے ادارے جو بھی کارروائی یا تحقیقات کر رہے ہیں، یہ کمیشن اُن کے کام میں مُخل نہیں ہوگا، وہ اپنا کام معمول کے مطابق جاری رکھیں۔ کمیشن کے کام کی طوالت کے پیش نظر سپریم کورٹ آف پاکستان سے تحقیقات کی رپورٹ پیش کرنے کے لیے مقررہ مدت میں مزید ایک مہینے کی توسیع کی منظوری حاصل کی گئی اور بالآخر حتمی رپورٹ 14دسمبر 2016 کو مکمل ہوئی اور یہ رپورٹ سپریم کورٹ آف پاکستان کی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کردی گئی۔

اس رپورٹ کی اشاعت سے پہلے ہی وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان پاکستان پیپلز پارٹی کے نشانے پر تھے اور وہ ان کی برطرفی کا مطالبہ کر رہے تھے، اگرچہ پیپلز پارٹی کی ناراضی کے اصل اسباب اور تھے، لیکن اس رپورٹ نے چنگاری کو شعلۂ جوالہ بننے کا موقع فراہم کردیا۔ اس مرحلے پر پیپلز پارٹی و تحریک انصاف منفی مقاصد کے لیے یک آواز ہوگئے۔ پیپلز پارٹی کا اصل ایجنڈا چوہدری نثار علی خان کو نشانہ بنانا ہے، سیاسی نظام کی بساط لپیٹنا یا فوری انتخابات کا انعقاد نہیں ہے، جب کہ پی ٹی آئی کا مقصد وزیر اعظم نواز شریف کا استعفیٰ یا معزولی ہے، خواہ اس کی خاطر نظام کی بساط لپیٹ دی جائے، الغرض دونوں کا ایجنڈا جدا جدا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو اپنے اپنے مقاصد کے لیے دھوکا دے رہے ہیں، کیونکہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے۔ انجام کار کس کے ہاتھ کیا آتا ہے، یہ وقت بتائے گا۔ شیخ رشید صاحب نے اس مسئلے میں پی ٹی آئی کا ہمنوا بننے سے انکار کردیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی سیاسی حس جناب عمران خان کے مقابلے میں تیز ہے۔

کمیشن کی رپورٹ کی آڑ میں دونوں جماعتوں نے جب وزیرِ داخلہ چوہدری نثار علی خان پر الفاظ کی چاند ماری شروع

کی، تو انہیں بھی طیش آ گیا اور بقول خود جارحانہ موڈ میں خطابت کے جوہر دکھاتے ہوئے اپنی صفائی پیش کی اور اس رپورٹ کو نشانہ بنایا۔ ہماری نظر میں چوہدری نثار علی خان کا یہ اشتعال بلا جواز تھا، چوہدری صاحب حکومت کا ایک اہم عضو ہیں اور ملک کی داخلی سلامتی کے لیے جواب دہ ہیں۔ اگرچہ اٹھارہویں ترمیم کے نتیجے میں امن وامان صوبائی حکومت کی ذمے داری ہے، لیکن چونکہ نیکٹا، ایف آئی اے اور نادرا سمیت بعض اہم ادارے وزارت داخلہ کے ماتحت ہیں، اس لیے وہ جواب دہی سے مکمل طور پر بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔

کمیشن نے نیکٹا کا مینڈیٹ بیان کیا، جو بلا شبہ کثیر الجہات ہے، ایسے ادارے کو تو خود مختار ہونا چاہیے اور اِسے قومی سلامتی کا حصہ ہونا چاہیے، اس ادارے کے ذمے ریسرچ بھی ہے اور حساس اداروں کی جانب سے انٹیلی جنس معلومات حاصل کر کے انہیں دیگر متعلقہ اداروں تک پہنچانا ہے۔ کمیشن نے بجا طور پر سوال اٹھایا کہ نیکٹا کے بورڈ آف گورنرز کا ہر سہ ماہی میں اجلاس ہونا چاہیے تھا تاکہ وہ اس ادارے کے لیے حکمتِ عملی اور سَمت کا تعین کرے، اس کے فالو اَپ میں ادارے کی ایگزیکٹیو کمیٹی کا اجلاس ہونا تھا تاکہ بورڈ آف گورنرز کے فیصلوں کے نفاذ کو یقینی بنایا جا سکے۔ لیکن 31 دسمبر 2014 کے بعد بورڈ آف گورنرز کا کوئی اجلاس نہیں ہوا۔ چوہدری صاحب نے اپنی براءت پیش کردی کہ یہ اُن کا فرضِ منصبی نہیں ہے، لیکن بہرحال اُس کی بار بار یاد دہانی کرانا وزارت داخلہ کی ذمے ہے۔ کمیشن نے اخباری رپورٹوں کی روشنی میں وزیرِ داخلہ کے ساتھ بعض ممنوعہ جماعتوں کے قائدین کی ملاقات کو بھی ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ یہ درست ہے کہ کمیشن کی حرمت سپریم کورٹ کے بینچ کے برابر نہیں ہوتی اور اُسے توہینِ عدالت کا تحفظ حاصل نہیں ہوتا، خواہ اس کا سربراہ سپریم کورٹ کا جج ہی ہو، لیکن سپریم کورٹ کا جج بہرحال قابلِ احترام ہوتا ہے۔ وزیرِ داخلہ نے کمیشن کو براہ راست نشانے پر رکھ کر کوئی اچھی روایت قائم نہیں کی۔

کمیشن نے آئی ایس آئی اے پر بھی ایک پیراگراف لکھا ہے کہ دہشت گردی کو کنٹرول کرنے میں یقیناً اس ادارے کا بھی حصہ ہوگا، لیکن اگر کوئی کسی دہشت گرد یا مشتبہ سرگرمی کے بارے میں اطلاع دینے یا معلومات فراہم کرنے کے لیے اس ادارے سے رابطہ کرنا چاہے، تو ویب سائٹ یا کوئی اور ذریعہ دستیاب نہیں ہے۔ جب کہ امریکہ کے حساس اداروں سی آئی اے، ایف بی آئی، یونائیڈ اسٹیٹ نیشنل سیکورٹی ایجنسی، برطانیہ کی ایم آئی فائیو، نیشنل کاؤنٹر ٹیرارزم سیکورٹی آفس اور کاؤنٹر ٹیرارزم کمانڈ کی ویب سائٹس ہر ایک کے لیے دستیاب ہیں۔ امریکہ میں دہشت گردی کے حوالے سے حساس معلومات کو یکجا کرنے اور متعلقہ اداروں کو فراہم کرنے کے لیے ہوم لینڈ سیکورٹی کا ادارہ قائم کیا گیا ہے، یہاں پر نیکٹا کو یہ فریضہ انجام دینا ہوگا۔ کمیشن نے قومی سلامتی کے مشیر جناب جنرل (ر) ناصر جنجوعہ کو بھی انٹرویو کیا تو انہوں نے بتایا کہ نیکٹا اُن کے کنٹرول میں نہیں ہے۔

کمیشن نے بعض اداروں اور افراد کی تحسین بھی کی ہے، اِن میں پنجاب گورنمنٹ کی اسٹیٹ آف دا آرٹ ''فرانزک لیبارٹری'' ہے، اسی طرح دہشت گردی کے واقعات کے متاثرین کے لیے فوری زرِ اعانت کی ادائیگی کا فعّال انتظام ہے۔ پنجاب فرانزک سائنس ایجنسی کے ڈائریکٹر جنرل نے ثابت کیا کہ وہ انتہائی پیشہ ورانہ اہلیت کے حامل ہیں، انہوں نے اپنے آپ کو پوری طرح اپنے مشن کے لیے وقف کر رکھا ہے، بلوچستان کو اُن کا انتہائی شکر گزار ہونا چاہیے۔ انہوں نے ڈاکٹر شہلا سمیع کے کردار کو رول ماڈل قرار دیا، ایک شخص نے انتہائی ذہانت سے جوتوں کے ذریعے خودکش بمبار کو شناخت کرنے میں مدد دی، سانحے کے مقام سے آثار جمع کیے، حسّاس ادارے نے پولیس کی معاونت کی، قانون نافذ کرنے والے ادارے کے افراد

دہشت گردوں کا نشانہ بنے، اتحادِ تنظیمات مدارس پاکستان کی رکن پانچوں تنظیمات نے کمیشن کے مراسلے کا بروقت جواب دیا، کمیشن نے ان سب کی تحسین کی۔

کمیشن نے ممنوعہ تنظیموں کے متبادل ناموں کے ساتھ فعال ہونے پر بجا طور پر سوال اٹھایا ہے، کیونکہ اس حوالے سے ریاست، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عدلیہ کی حکمت عملی واضح نہیں ہے۔ وزیرِ داخلہ نے کہا: مولانا لدھیانوی قومی انتخابات میں حصہ لیں، الیکشن کمیشن آف پاکستان انہیں جائز امیدوار تسلیم کرے، اُن کی کامیابی کا نوٹیفکیشن جاری کرے، الیکشن کمیشن کی جانب سے اُن کے کاغذات نامزدگی مسترد ہونے پر ہائی کورٹ انہیں الیکشن کے لیے اہل قرار دے، تو اُن سے ملاقات پر محض انہیں ملامت کرنا ناقابلِ فہم ہے، اسی طرح اُن کے بقول شہدا فاؤنڈیشن پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں فعال رہی ہے، تو اب اُس کے حوالے سے پیپلز پارٹی کا شوروغوغا کس لیے ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ پانچ سال تک وفاق میں پاکستان پیپلز پارٹی مسندِ اقتدار پر فائز رہی اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے مقدمے کو انجام تک نہ پہنچاسکی، تو اب اس حوالے سے جناب بلاول بھٹو کی بیان بازی کو نمبر گیم کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے، الغرض ہم سب تضادات کا مجموعہ ہیں۔

ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ کمیشن نے انتہائی احساسِ ذمے داری اور عرق ریزی سے کام کیا ہے، اگر ہماری سیاسی قیادت کو پاکستان کے امن وامان اور سلامتی میں دلچسپی ہے، تو پارلیمنٹ کے اندر اور باہر بے مقصد شوروغوغا برپا کرنے کی بجائے ایک بااختیار پارلیمانی کمیٹی بنا کر ان سفارشات کو عملی شکل دینے کے لیے طریقۂ کار وضع کیا جائے اور اس حوالے سے مجوّزہ کمیٹی ماہرین کی معاونت بھی حاصل کرے، لیکن پارلیمانی کمیٹی کی سفارشات ریاست کے دستیاب وسائل کے اندر قابلِ نفاذ اور قابلِ عمل ہونی چاہییں۔ آپ نیکٹا کے مینڈیٹ کو دیکھیں تو یہ کاغذ کی حد تک انتہائی طاقت ور، کثیرالجہات اور کثیرالوسائل ادارہ دکھائی دے گا، لیکن عملی میدان میں اُس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔ چوہدری نثار علی خان کی دیانت پر بادی النظر میں انگشت نمائی نہیں کی جارہی، لیکن کسی شخص کا ذاتی کردار اداروں کی فعالیت کا متبادل نہیں بن سکتا۔ وزیرِ داخلہ کا سب سے الگ تھلگ اور لاتعلق رہنے کا جو شِعار ہے، یہ اُن کے منصب کے منافی ہے، اُن کے ناقدین اور ضرورت مندوں کے ساتھ ان کی ملاقات میڈیا کے ذریعے ہوتی ہے، انہیں پارلیمنٹ میں سیاسی جماعتوں کے قائدین اور مختلف طبقات کے ساتھ تعامل اور رابطے کا کوئی سہل ذریعہ وضع کرنا ہوگا، سب کی جائز شکایات کا ازالہ کرنا ہوگا اور جو شکایات قانون کے دائرے میں ناجائز ہیں، ان کے لیے اِتمامِ حجت کرنا ہوگا۔ دہشت گردوں، ممنوع ومشتبہ تنظیموں کا ڈیٹا اپ ڈیٹ رکھنا نادرا کی ذمے داری ہے۔

کمیشن نے نشاندہی کی ہے کہ ریاست دہشت گردی کی غیر معمولی قیمت ادا کررہی ہے۔ انسانی جانوں کے نقصان کی تو کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی، لیکن فوت شدگان کے ورثا اور زخمیوں کو زراعانت کے طور پر قومی خزانے سے بھاری رقوم ادا کرنی پڑ رہی ہیں، املاک کا نقصان اس سے الگ ہے۔ مبالغہ آمیز سہی، لیکن ان نقصانات کا ایک تخمینہ ساڑھے بارہ کھرب روپے لگایا گیا ہے۔ ریاست کو بھاری شرح پر قرض لینا پڑتا ہے، انشورنس کا پریمیم غیر معمولی ہوتا ہے، مختلف اداروں کے لیے مضبوط حفاظتی دیواریں تعمیر کی جارہی ہیں، بلٹ پروف اور بم پروف گاڑیاں درآمد کرنی پڑرہی ہیں، بیرونی سرمایہ کار بھاگ رہے ہیں، سیکورٹی پر مامور عملے کے مصارف اس کے علاوہ ہیں، الغرض قومی خزانے پر دہشت گردی کا مالی بوجھ بہت زیادہ ہے۔

(روزنامہ دنیا، 24، دسمبر 2016ء)